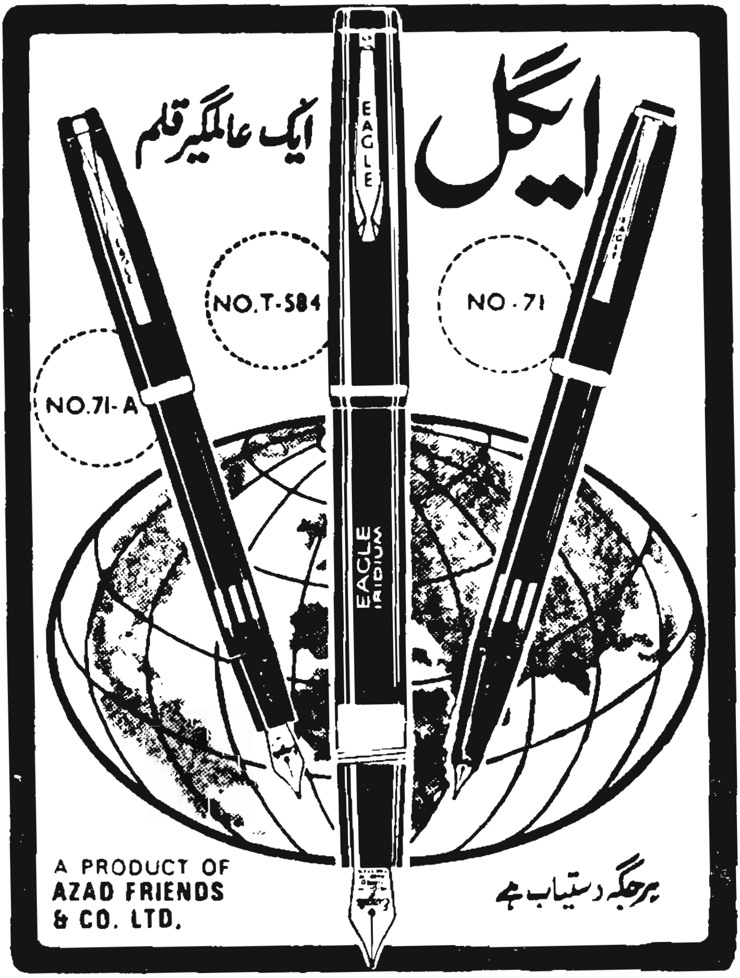
ایگل
ایک عالمگیر قلم
EAGLE
NO.T-584
NO.71
NO.71-A
EAGLE IRIDIUM
A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS
& CO. LTD.
ہر جگہ دستیاب ہے

از۔ ڈاکٹر سعیداللہ قاضی صاحب
ایسوسیٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص
کی
سوانح حیات اور افکار

پس منظر | چوتھی صدی ہجری میں عباسی خلافت بڑی مشکلوں میں گھری ہوئی تھی۔ ایک طرف خلافت ترکوں اور ایرانیوں کے ہاتھوں برباد ہو رہی تھی۔ اور دوسری طرف سُنیوں اور شیعوں کے درمیان مذہبی تعصبات اور جھگڑے خلافت کو اندر سے گھن کی طرح کھا رہے تھے۔

ذیل کے چند اوراق اس سیاسی تباہی اور سُنیوں شیعوں کے درمیان مذہبی جھگڑوں کی مختصر تاریخ کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جس کے بعد ہم کہیں اس پس منظر کو سمجھ سکیں گے۔ جس میں ابوبکر الجصاص پیدا ہوئے۔ پلے بڑھے۔ تعلیم حاصل کی اور وفات پائے۔ اس کے بعد اس کے اساتذہ، تلامذہ اور جن سے انہوں نے حدیث روایت کی۔ کے حالات زندگی دیئے جائیں گے۔

جیساکہ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ ایرانیوں نے عباسی خلافت کے قیام میں اہم رول ادا کیا۔ اور چونکہ خلیفہ کو ان پر پورا اعتماد ہوتا تھا۔ اس لئے خلافت کے انتظامیہ میں ان کو اہم عہدوں پر تعینات کر دیا گیا۔ لیکن جب کبھی خلیفہ کو ان پر اعتماد نہ رہتا تھا۔ انہوں نے اس کو ختم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کی۔ ابو مسلم خراسانی، برامکہ اور ابن سہل کا دردناک قتل اس سلسلے کی چند مثالیں ہیں۔[1]

ایرانیوں کے بعد خلافت کے معاملات میں ترکوں کا اثر و نفوذ کافی سرعت سے بڑھتا گیا۔ انہوں نے اگر ایک طرف خلفاء کو بے دست و پا کرنے کی کوشش کی تو دوسری طرف ایرانیوں کو اہم عہدوں سے ہٹانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔[2]

ایرانیوں نے ترکوں کی اس کارروائی کی سخت مزاحمت کی۔ انہوں نے اس کے جواب میں ان سے اس کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔ ساتھ ساتھ اپنے شہروں کو عباسی دائرہ اثر سے آزاد کرانے کی بھی کوشش شروع کی۔[3]

ترکوں اور ایرانیوں کے درمیان یہ چپقلش جاری رہی۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ بغداد ان متحارب جماعتوں

کے درمیان میدان جنگ نظر آتا تھا۔ مثال کے طور پر مرداویج جو ایرانی نژاد تھا اور جو طبرستان کا حاکم تھا اس نے دو فوجیں رکھی ہوئی تھیں ایک فوج میں جیلان اور دیلم کے باشندے بھرتی کئے گئے تھے اور دوسری میں ترک، خراسانی اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے لئے "الری" اور اردگرد کے علاقے فتح کئے تھے۔ بھرتی کئے گئے تھے۔ ایک دفعہ یہ محسوس کیا گیا کہ خلیفہ ترکوں کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اس بات پر ایرانیوں نے احتجاج کیا اور اس باہمی چپقلش میں ترکوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے

ترک عباسی خلافت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کامیاب ہوتے جس کا ثبوت یہ ہے کہ طاہریہ نے خراسان پر ۵۴ سال حکومت کی (۲۰۵ تا ۲۵۹ ہجری) صفاریہ نے فارس پر ۳۶ سال (دو سو چون تا دو سو نوے ھ) سامانیوں نے فارس اور ایشیائے کوچک پر تقریباً ایک سو اٹھائیس سال (دو سو اکسٹھ تا تین سو نواسی ھ) الزیاریہ نے جرجان پر تقریباً ۱۰۸ سال (۳۱۶ تا ۴۳۴ھ) اور بنی بویہ نے بغداد پر ۱۲۷ سال (۳۲۰ تا ۴۴۷ھ) حکومت کی

خلافت کے معاملات میں ایرانیوں کا اثر و رسوخ دن بدن بڑھتا گیا۔ اور ۳۳۴ ہجری میں جو خلیفہ مستکفی کی خلافت کے آخری ایام تھے۔ معزالدولہ ابن بویہ بغداد آئے اور امیر الامرا وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا۔ خلیفہ مستکفی نے اس کو اور اس کے بھائیوں کو نہ صرف معزالدولہ، رکن الدولہ اور اعتماد الدولہ کے خطابات سے نوازا۔ بلکہ ملک کے سکے پر ان کے نام بھی کندہ کرائے

گرچہ خلیفہ مستکفی نے بنی بویہ پر انعامات کی بارش کی۔ لیکن انہوں نے ان کی قدر نہ کی۔ اس کے برعکس انہوں نے کئی مواقع پر خلیفہ کی بے عزتی کی۔ مثال کے طور پر معزالدولہ کو ایک دفعہ خلیفہ کے بارے میں کچھ شک سا پیدا ہوا۔ وہ چند دیلمیوں کو ساتھ لے کر خلیفہ کے پاس آیا۔ اچانک دیلمی آگے بڑھے۔ گویا وہ خلیفہ کے ہاتھ عزت کی علامت کے طور پر چوم رہے ہیں۔ لیکن حیرانی کی بات دیکھئے۔ انہوں نے خلیفہ کو ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹ لیا۔ اس کے محل پر دھاوا بول دیا۔ اور اس کے سارے متاع کو لوٹ لیا۔ انہوں نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ خلیفہ کی آنکھوں میں گرم سیخ پیوست کر دئے۔ اور اس کو نابینا بنا کے رکھ دیا۔ بنی بویہ اب اتنے طاقتور بن گئے تھے کہ خلیفہ کا بنانا اور ہٹانا اب ان کے ہاتھ میں تھا۔

انہوں نے خلیفہ مستکفی کو زبردستی مستعفی کرایا۔ اور ۳۳۴ ہجری میں اس کی جگہ مقتدر کے بیٹے مطیع کو خلیفہ بنایا اور اس کا وظیفہ ۱۰۰ دینار ماہانہ مقرر کیا

بنی بویہ اپنے اس عروج کے زمانے میں سخت دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے ان دشمنوں میں سب سے کٹر بنی حمدان تھے جو شام کے حاکم تھے۔ اس دشمنی کے دو سبب تھے۔ بنی حمدان عرب تھے اور بنی بویہ عجم۔ بنی حمدان کو بنی بویہ کا خلیفہ کے اختیارات پر زبردستی قبضہ جمانا پسند نہ تھا۔

یہ نفرت اور نسلی تعصب کی لڑائیوں پر منتج ہوئی لیکن کوئی فریق دوسرے کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ آخر کار ۳۴۵ھ میں انہوں نے اپنے جھگڑے پرامن طور پر حل کر لئے[۹]

بنی بویہ کا دوسرا دشمن ابوالقاسم بریدی تھا جو بصرہ کا حکمران تھا۔ ابن بریدی نے بغداد کی مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ اس کے جواب میں معزالدولہ نے بصرہ پر حملہ بول دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ کر دیا[۱۰]

معزالدولہ کا تیسرا دشمن عمران بن شاہین تھا جو بطیحہ کا حاکم تھا۔ معزالدولہ نے ابن شاہین کو حکومت سے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ نتیجتہً ابن شاہین نے بڑی آسانی سے اپنی ایک علیحدہ حکومت قائم کی[۱۱]

بنی بویہ کا چوتھا دشمن یوسف بن وجیہ تھا جو بحرین اور عمان کا حاکم تھا۔ ابن وجیہ نے قرمطیوں کی مدد سے بصرہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن معزالدولہ نے اسے شکست دی اور عمان پر ۳۵۵ھ میں قبضہ کر لیا[۱۲]

اس کے علاوہ بنی بویہ کا زمانہ مذہبی جھگڑوں اور سنی شیعوں کے درمیان مذہبی تعصبات کا زمانہ تھا۔ خلیفہ سنی ہوا کرتا تھا اور بنی بویہ شیعہ۔ اس کے ساتھ خلیفہ بنی بویہ کے ہاتھوں بے دست و پا ہو چکا تھا۔ حکومت کے سارے اختیارات حقیقت میں انہی کے ہاتھوں میں تھے۔ بنی بویہ جو خود شیعہ تھے فطرتی طور پر شیعوں کی طرف زیادہ مائل ہوا کرتے تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مطیع اللہ کے زمانے میں ۳۵۱ھ میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ شیعوں نے ایک دفعہ بغداد کی ایک مسجد کے دروازے پر یہ لکھ دیا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو امیر معاویہ پر اور ایسے ویسے لوگوں پر"

رات کے وقت سنیوں نے اس خط کو مسجد کے دروازے سے مٹا دیا۔ معزالدولہ اسے دوبارہ لکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے وزیر المہلبی نے اسے ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا بلکہ اس نے اس کی جگہ یہ لکھنے کا مشورہ دیا "اللہ تعالیٰ کی لعنت ان لوگوں پر ہو جنہوں نے اہل بیت پر زیادتی کی"[۱۳]

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینے کا رواج اس قدر عام ہو چکا تھا کہ بغداد کے علماء نے اپنے اوپر کرخ جانا حرام کر دیا تھا کیونکہ یہاں صحابہ کرامؓ کو سخت گالیاں دی جاتی تھیں۔ شیعہ صحابہؓ کو گالیاں دیا کرتے تھے جن کی طرف سنیوں کا ردعمل ظاہر تھا۔ نتیجتہً دونوں جماعتوں کے درمیان چپقلش اور خون خرابہ لازمی بات تھی[۱۴]

اس حقیقت کے باوجود کہ ریاست کو چھوٹی چھوٹی خود مختار امارتوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جس کے سبب بغداد کی مرکزی حکومت سخت کمزور پڑ گئی تھی۔ پھر بھی یہ تقسیم حاکموں کا اپنی رعیت کے فلاح و بہبود کے کام کرنے میں حائل نہ ہوا۔ بلکہ وہ اور زیادہ اپنی رعیت کے فلاح و بہبود کے کام کرنے کی طرف مائل ہونے لگے۔ کیونکہ اب وہ خزانے سے آزادانہ طور پر اپنی رعیت کے فلاح و بہبود پر رقم خرچ کر سکتے تھے۔

وہ اچھے اچھے علماء، دانشوروں اور شعراء کی سرپرستی کرنے لگے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ علماء دانشور اور شعراء بڑی خوشی سے علمی کام انجام دینے میں دلچسپی لینے لگے۔

اگرچہ مختلف امارتوں کے حکمرانوں کا نقطۂ نظر مختلف ہوا کرتا تھا پھر بھی علماء کی ایک امارت سے دوسری امارت جانے پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی۔ علماء دانشوروں اور شعراء کے اس آزاد نقل و حرکت کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ جس کسی امارت میں کسی عالم، دانشور یا شاعر کی خدمات کی ضرورت پڑتی تھی۔ تو دوسری امارت سے اس ضرورت کو بڑی آسانی سے پورا کیا جاتا تھا۔[15]

اس پس منظر میں ابوبکر الجصاص کی سوانح عمری اور اس کے افکار پر کچھ لکھنے سے پہلے چند ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں جو آپ کے نام کنیت اور نسبت کے بارے میں پیدا ہوئی ہیں۔

پہلی غلط فہمی جو اس سلسلے میں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا عبد الحئی لکھنوی نے اپنی کتاب "الفوائد البہیہ" میں محمد بن عبد الباقی الزرقانی کا ایک بیان جو انہوں نے شرح المواہب الدنیہ میں دیا ہے نقل کیا ہے کہ:۔

ابوبکر الرازی احمد بن علی بن حسین الامام الحافظ محدث نیساپوری من ائمہ الحنفیۃ، سمع اباحاتم۔ عثمان الدارمی وعنہ ابوعلی وابواحمد الحاکم۔ قال ابن عقدۃ کان من الحفاظ۔ مات سنۃ خمس عشرۃ وثلاث مائۃ

ابوبکر احمد بن علی ابن حسین الرازی نیشاپور کے سرکردہ حنفی محدثین میں سے ایک تھے۔ اس نے احادیث کا مطالعہ ابوحاتم الرازی اور عثمان الدارمی کے ساتھ کیا۔ اور اس سے احادیث کی روایت ابوعلی اور ابواحمد الحاکم نے کی۔ ابن عقدہ کی رائے میں وہ حافظ احادیث تھے وہ ۳۱۵ھ میں وفات ہوئے۔[16]

زرقانی نے جس نام کا ذکر کیا ہے وہ ابوبکر الجصاص نہیں ہیں۔ بلکہ وہ نیشاپور کے ایک دوسرے عالم ہیں جس کے حالات الذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دئے ہیں۔ اور جو ۳۱۵ھ میں وفات پاگئے ہیں۔ اس لئے مولانا عبد الحئی نے احمد بن علی بن حسین کو احمد بن علی الرازی الجصاص تصوّر کیا ہے جو غلط ہے۔[17]

دوسری غلط فہمی ابوبکر الجصاص اور اس کے دوسرے ہم ناموں کے درمیان فرق کرنے میں ہوئی ہے۔ بعض کے خیال میں ابوبکر الرازی اور الجصاص دو مختلف شخصیتیں ہیں۔ جب کہ بعض کے خیال میں ابوبکر الرازی الجصاص ایک ہی شخصیت ہیں۔[18]

حقیقت میں ابوبکر الرازی نام کی تین شخصیتیں ہیں۔ پہلی شخصیت ابوبکر احمد بن علی ابن حسین کی ہے جو ۳۱۵ھ میں وفات پاگئے ہیں۔[19]

دوسری شخصیت ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کی ہے جو ۳۷۰ھ میں وفات پاگئے ہیں اور جس کے ساتھ ہمارا تعلق ہے۔[20]

تیسری شخصیت ابوبکر احمد بن علی الرازی الاسفرائینی کی ہے جو یا تو پانچویں صدی ہجری کے پہلے ربع کے اختتام یا دوسرے ربع کے اوائل میں وفات پاگئے ہیں۔[۲۲]

لہٰذا اس بات کا آسانی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا عبدالحئی نے پہلی شخصیت کو دوسری شخصیت کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ جب کہ عمر رضا کحالہ نے دوسری شخصیت کو تیسری شخصیت کے ساتھ۔

تیسری بات جو تراجم نویس واضح نہیں کر سکے وہ ہے ابوبکر الجصاص کی نسبت "الرازی"۔ اس کو الرازی کیوں کہتے ہیں؟ ایک سوال ہے جس کا جواب امر مطلوب ہے۔

ابوبکر الجصاص کی جائے پیدائش کسی بھی تراجم نویس نے متعین نہیں کی۔ صرف دو تراجم نویسوں مولانا عبدالحئی لکھنوی اور علی اکبر دھخدا نے اس کی جائے پیدائش کا تعین کیا ہے مولانا عبدالحئی نے اس کی جائے پیدائش بغداد نقل کی ہے۔ جب کہ علی اکبر دھخدا نے "الری"[۲۳]

جہاں تک مولانا عبدالحئی لکھنوی کے بیان کا تعلق ہے وہ بلاشک و شبہ غلط فہمی پر مبنی ہے[۲۴] اس لئے کہ خطیب بغدادی نے اگرچہ ابوبکر الجصاص کی جائے پیدائش کا تعین نہیں کیا ہے۔ لکھا ہے وہ جوانی میں بغداد آئے اور ابوالحسن الکرخی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔[۲۵]

اسی طرح عبدالقادر قرشی نے ابوعبداللہ الصیمری کا بیان یوں نقل کیا ہے۔ وہ بغداد میں ۱۹ سال کی عمر میں یعنی ۳۲۵ھ میں داخل ہوئے اور ابوالحسن الکرخی کے سامنے زانوئے تلمذ پھیلایا۔ وہ پھر الاہواز چلے گئے، پھر بغداد کو واپس آئے پھر ابوعبداللہ الحاکم کے ساتھ نیشاپور چلے گئے۔ پھر ۳۹ سال کی عمر میں یعنی ۳۴۴ھ میں بغداد واپس آئے[۲۶]

جہاں تک خطیب بغدادی کے بیان کا تعلق ہے وہ عام طور پر "رجع" (واپس لوٹے) اور "عاد" (واپس آئے) کے الفاظ ایسے لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں جو کسی غرض سے باہر جا کر اپنی جائے پیدائش کو واپس لوٹتے ہیں۔ اگر ابوبکر الجصاص بغداد میں پیدا ہو گیا ہوتا۔ تو خطیب بغدادی "ورد" کی بجائے "رجع" اور "عاد" کے الفاظ استعمال کرتا۔ لفظ "وَرَدَ" اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابوبکر الجصاص پہلی دفعہ ۱۹ سال کی عمر میں کسی دوسری جگہ سے بغداد آئے۔ اور یہ جگہ غالباً الری ہے۔ جیسا کہ لفظ الرازی کی نسبت عام طور پر ان لوگوں کی طرف کی جاتی ہے جو الری میں پیدا ہوئے ہوتے ہیں[۲۷]

جہاں تک ابوعبداللہ الصیمری کے بیان کا تعلق ہے وہ ہماری بات کی تائید کرتا ہے۔ مثال کے طور پر۔ جب ابوبکر الجصاص پہلی دفعہ ۱۹ سال کی عمر میں بغداد آئے تو الصیمری نے اس کے لئے لفظ "دخل" (داخل ہوا) استعمال کیا ہے۔ اور جب اس نے بغداد کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا اور پھر یہاں سے الاہواز چلے گئے تو اس نے "رجع" واپس لوٹا اور "عاد" (واپس آیا) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ابوبکر الجصاص الاہواز چلے گئے۔ پھر بغداد

کو واپس لوٹے۔ پھر نیشاپور چلے گئے۔ اور پھر بغداد واپس لوٹے۔ اس لئے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ابوبکر الجصاص کی جائے پیدائش بغداد نہیں کیونکہ تراجم نویسوں نے "رجع" اور "عاد" کے الفاظ استعمال کئے نہ کہ وَرَدَ اور دَخَلَ کے۔[28]

اس لئے علی اکبر دھخدا کا یہ قول کہ ابوبکر الجصاص "الری" میں پیدا ہوئے۔ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں درست معلوم ہوتا ہے۔

ابوبکر الجصاص کی دوسری نسبت "الجصاص" کی توضیح السمعانی اپنی کتاب "کتاب الانساب" میں الجصاص کے تحت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ نسبت عام طور پر ان لوگوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جن کا پیشہ دیواروں کی لیپائی سیمنٹ سے یا دوسری اشیاء سے کرنا ہوتا ہے اس لئے ابوبکر الجصاص کی طرف الجصاص کی نسبت اس پس منظر میں سمجھنا چاہئے۔[29]

حالاتِ زندگی تراجم نویس ابوبکر الجصاص کے تفصیلی حالات زندگی نہیں لکھ سکے ہیں پھر بھی میری کوشش ہے کہ جو معلومات مجھے فراہم ہیں ان کی روشنی میں اس کے حالات زندگی قارئین کرام کے سامنے پیش کردں۔

ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص ۳۰۵ھ میں الری میں پیدا ہوئے۔ وہ ۳۲۵ھ میں ۱۹ سال کی عمر میں بغداد آئے اور ابوالحسن الکرخی کے درس میں شامل ہوئے۔[30]

بغداد سے وہ علم حصول کی خاطر الاہواز چلے گئے۔ الاہواز سے وہ بغداد واپس آئے اور ابوالحسن کرخی اور دوسرے فضلاء کے دروس میں شامل ہو گئے۔[31]

کچھ مدت کے بعد وہ اپنے استاد الکرخی کے مشورے سے ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری کے ساتھ نیشاپور چلے گئے اور وہاں آپ کی راہنمائی میں تحصیل علم شروع کی۔[32]

ابوالحسن الکرخی ۳۴۰ھ میں وفات پا گئے۔ اور ابو علی احمد بن الشاشی اس کے خلف رشید مقرر ہوئے ۳۴۴ھ میں جب الشاشی بیمار ہوئے تو ابوبکر الجصاص نیشاپور کو خیرباد کہہ کر بغداد واپس آئے۔[33]

الشاشی ۳۴۴ھ میں وفات پاگئے اور درس و تدریس کی ذمہ داری ابوبکر الجصاص کو سونپی گئی وہ ابوالحسن الکرخی کی مسجد میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت وہ فقہ حنفی کے متبحر عالم تھے اس نے حدیث اور فقہ کی تعلیم بڑے بڑے علماء سے حاصل کی۔ ساتھ ساتھ اس نے نمایاں شاگرد بھی پیدا کر دئے۔ اس نے فقہ حنفی میں بہت اہم کتابوں کی تالیف کی وہ اتوار کے دن ۷ ذی الحجہ ۳۷۰ھ - ۱۷ جون ۹۸۱ء کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابوبکر الجصاص بہت نیک آدمی تھے۔ اس کو قضا کا عہدہ کئی بار پیش کیا گیا۔ لیکن ہر دفعہ اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔[34]

ابوبکر الجصاص کا مسلک

ابوبکر الجصاص حنفی مکتب فکر کے علماء میں سے ہیں اور مجتہد فی المسائل ہیں اگرچہ اس کے بعض مخالفین اس کو اصحاب التخریج میں سے شمار کرتے ہیں کچھ بھی ہو ابوبکر الجصاص ایک بڑی جامع صفات کی ہستی گزری ہے اس سے کوئی انکار نہیں نہیں کر سکتا کہ ابوبکر الجصاص ایک قابل نکتہ رس اور جامع فقیہہ گذرے ہیں [۳۵]

اس کے آثار۔ ناسخ و منسوخ | ابوبکر الجصاص کے نزدیک نسخ کے معنی رفع الحکم نہیں بلکہ ان الحکم المنسوخ لم یکن مرادًا فی ھذا الوقت (یعنی منسوخ حکم کی اس وقت ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک جب کوئی حکم ایک دفع وقوع پذیر ہو جائے اس کا رفع (نسخ) جائز نہیں [۳۶]

ابوبکر کے نزدیک قرآن، قرآن کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اور سنّت سنّت کو۔ اسی طرح سنّت کو منسوخ کر سکتی ہے مگر خبر واحد قرآن اور سنّت کو منسوخ نہیں کر سکتی [۳۷]

جہاں تک اجماع سے قرآن کی تنسیخ کا تعلق ہے تو ابوبکر اس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ اجماع کا ادارہ پیغمبر اسلام صلعم کی وفات کے بعد وجود میں آیا [۳۸]

ابوبکر الجصاص خبر واحد کو تین درجوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلی قسم ۔جس کی روایت ایک مشہور راوی نے کی ہو۔ جو عادل۔ ثقہ اور عالم ہو۔ اور جس کی روایت کی مخالفت متقدمین میں سے کسی نے نہ کی ہو۔ ہاں اگر یہ خبر واحد قرآن و سنّت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو تو یہ قابلِ عمل تصور نہیں کی جائے گی۔ اس قسم کی خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔

دوسری قسم ۔جس کی روایت ایک ایسے راوی نے کی ہو۔ جس کی عدالت اور ثقہ ہونا معلوم نہ ہو۔ اور نہ وہ اپنی علمیت کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو۔ البتہ عادل اور ثقہ راویوں نے اس کی روایت اس سے کی ہو۔ اس قسم کے عادل اور ثقہ راویوں کی روایت اس کی عدالت کے لئے کافی ہے۔ اس قسم کی خبر واحد اس شرط پر قابلِ قبول ہے کہ یہ قیاس الاصول کے خلاف نہ ہو۔

تیسری قسم ۔جس کی روایت ایک مشہور راوی نے کی ہو۔ لیکن متقدمین نے اس پر اس پر بے اعتمادی کا اظہار کیا ہو۔ اور راوی کی روایت میں غلطی کرنے کا الزام اس پر ثابت ہو یا اس قسم کی روایت اس شرط پر قابلِ قبول ہے کہ یہ اصول کے خلاف نہ ہو۔ اگر یہ قیاس کے خلاف ہو تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں اگر ایک خبر واحد کی روایت ایک عادل اور ثقہ راوی نے کی ہو اور متقدمین میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہ کی ہو ایسی خبر واحد کو قیاس الاصول پر ترجیح دی جائے گی [۳۹]

جہاں تک مراسیل صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا تعلق ہے۔ ابوبکر الجصاص ان کو اس شرط پر قابلِ قبول

تصور کرتے ہیں کہ راوی کسی قسم کی بے اعتمادی اور غیر عادل ہونے کے لئے مشہور نہ ہو۔[۴۰]

اگر کسی حدیث کا راوی ایک ہے لیکن کئی راویوں نے اس سے حدیث کی روایت کی ہے تو جو روایت اضافوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے کہ حدیث کے متن میں نقص راوی کی بے احتیاطی کی علامت ہے۔[۴۱]

اگر کسی حدیث کی روایت ایک شاگرد کر رہا ہو اور اس کا استاد اسے سن رہا ہو تو یہ حدیث اس حدیث کے مقابلہ میں جس کی روایت ایک محدث کر رہا ہو اور شاگرد (راوی) اس کو سن رہا ہو زیادہ معتبر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

قرأتك على المحدث اثبت من قرأته عليك۔[۴۲]

اجماع - ابوبکر الجصاص اجماع اہلِ مدینہ کو حجت قطعی نہیں مانتے۔ ان کے خیال میں اہل مدینہ اور اہل غیر مدینہ اس سلسلے میں برابر ہیں اور ان کے اجماع کو دوسرے لوگوں کے لئے حجت قرار دینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔[۴۳]

ایک خاص زمانے میں اور ایک خاص علاقے کے علماء ایک گروہ کے اجماع کو اس وقت تک حجت قطعی قرار نہیں دی جاسکتی جب تک کہ اس زمانے کے علما وفات نہ پاجائیں اور ان سے اس اجماع کی مخالفت میں کوئی اطلاع موجود نہ ہو۔

ابوبکر الجصاص کے نزدیک ہر زمانے کے علمار کا اجماع حجت قطعی ہے۔ خواہ کوئی اُسے تسلیم کرے یا نہ۔ اس میں کسی قسم کا اختلاف قابل قبول نہ ہوگا۔[۴۴]

اس کے بعد کل مجتہد مصیبٌ (ہر مجتہد اپنی رائے کی روشنی میں کسی مسئلے کا حل نکال لینے میں مصیب ہوتا ہے) کا مسئلہ آتا ہے۔ لیکن اس مسئلے کے بارے میں صرف ایک مجتہد کا فیصلہ درست ہوگا۔ ہاں اس بات سے ہمیں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کا فیصلہ درست تصور ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک مجتہد سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ اپنی ذاتی رائے کی روشنی میں خواہ مخواہ کسی مسئلے کا قطعی حل نکالنے میں کامیاب ہوگا اور ایسا کرنا ممکنات سے بھی ہے۔

ایک مجتہد کسی مسئلے کا حل نکالنے میں غلطی کرسکتا ہے اور یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کیونکہ یہ بلاشک و شبہ اس کی ذاتی رائے کی پیداوار ہے۔ اور کوئی شخص اس کو اس غلطی پر ملامت نہیں کرسکتا اس لئے کہ پیغمبر خدا نے اس کو اپنے علم کی روشنی میں کسی ایسے نتیجے پر پہنچنے کی اجازت دی ہے جو اس کے خیال میں سب سے زیادہ صحیح ہو۔ اس لئے جب ایک مجتہد غیر ارادی طور پر کسی فیصلے کا حل نکالنے میں غلطی کا ارتکاب کرے۔ اس کو ایک اجر ملنے کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس سے مجتہد کی حوصلہ افزائی مقصود ہے۔ کہ وہ اپنے اجتہاد کی روشنی میں ان مسائل کا حل ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کرے جن کے لئے قرآن و سنت میں واضح حل موجود نہ ہو اس سلسلے میں ابوبکر الجصاص کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے۔

ان صوفہ جمیع لانه غیر مختلفین فیما طریقة الاجتهاد فی احکام الحوادث

وہ تمام مسائل جن کا حل صرف اجتہاد سے کیا جاتا ہے ان کے بارے میں سارے مجتہدین کے فیصلے خواہ مختلف کیوں نہ ہوں درست اور صحیح تصور کیے جائیں گے۔[45]

اس کا سیاسی مسلک ابوبکر الجصاص امیر معاویہؓ اور اس کے جانشینوں کی خلافت کو جائز تصور نہیں کرتے اس کی رائے میں امیر معاویہؓ اور اس کے جانشینوں نے خلافت اس کے جائز حق داروں حضرت علیؓ اور امام حسینؓ سے زبردستی چھین لی تھی۔[46]

چند علمی آرا

عذابِ قبر ابوبکر اس آیت کی تفسیر میں کہ جو لوگ خدا کی راہ میں جانیں قربان کر دیتے ہیں ان کو مرے ہوئے نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر آپ سمجھتے نہیں۔ لکھتے ہیں کہ:۔

لوگوں کو قبروں میں زندہ کیا جائے گا۔ اور انہیں خوراک بھی دی جائے گی۔ اسی طرح مشرکین کو بھی ان کی قبروں میں اٹھایا جائے گا۔ اور ان کو ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔[47]

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مردے بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کو دوبارہ زندہ کیسے کیا جائے گا۔ اس کا جواب ابوبکر الجصاص کچھ اس طرح دیتے ہیں۔

۱۔ انسان حقیقت میں نام ہے روح کا جو کہ ایک غیر مرئی چیز ہے اور راحتیں اور تکالیف اس کو دی جاتی ہیں نہ کہ جسم کو۔

۲۔ انسان ایک مری ہوئی ٹھوس جسم کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ جسم کے چند مخصوص اجزاء کو جس پر اس کی زندگی قائم ہے اس کے اعمال کے مطابق راحتیں اور تکالیف دے دیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق کی طرح خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان ان کو بھی قیامت کی اصل گھڑی برپا ہونے سے پہلے تباہ کر دیں گے۔ پھر اللہ پاک ان تمام کو قیامت کے دن دوبارہ حساب کتاب کے لیے زندہ کر دیں گے۔[48]

آخر میں ابوبکر الجصاص اپنی بات کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

نسمۃ المسلم طیر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ الیہ. مسلمان کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت میں سکونت پذیر ہے یہاں تک کہ وہ دوبارہ اسے آملتا ہے۔

سحر ابوبکر الجصاص دوسرے لوگوں کی طرح سحر کو نہیں مانتے اس کے نزدیک ہر وہ عمل جو انسان کو مخمصہ میں ڈالتا ہے اور جس کے ذریعہ دھوکا دینا مقصود ہوتا ہے یا ہر غیر حقیقی عمل کو حقیقی عمل کے رنگ میں پیش کرنا سحر کہلاتا ہے۔[49]

اپنی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ابوبکر الجصاص فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ اور یہ معنی صرف وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو ان کا علم ہوتا ہے جو لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں